وموسى عصاه من عصاكا استمدت	وكنت في موسى في مناجاة ربه

ثم قال شيخنا فكلام الجيلي هذا مستند في الحقيقة الى من انغمس فيه الجيلي وفني فيه
وهو النبي صلى الله عليه وسلم لانه هو وسيلة المرسلين وسائر المقربين وبما قرر
شيخنا يفهم معنى قول الشبلي لتلميذه اشهد اني محمد رسول الله فوافقه تلميذه فيما
قال ومثل هذا كثير عنهم . وفي المواقف الروحية للعلامة الهمام الامير سيدنا
عبد القادر بن محي الدين المذكور سابقا ما نصه كنت مغرما بمطالعة كتب القوم
رضي الله عنهم منذ الصبا غير سالك طريقهم فكنت في اثناء المطالعة اعثر على
كلمات تصدر من سادات القوم واكابرهم يقف منها شعري وتنقبض منها
نفسي مع ايماني بكلامهم على مرادهم لانني على يقين من آدابهم الكاملة
واخلاقهم الفاضلة وذلك كقول عبد القادر الجيلي رضي الله عنه معاشر الانبياء
اوتيتم اللقب واوتينا ما لم تؤتوه وقول فلان وقول فلان الخ وكل ما قاله المؤولون
لكلامهم لم تسكن اليه النفس الى ان من الله تعالى علي بالمجاورة بطيبة المباركة
فكنت يوما في الخلوة متوجها لذكر الله تعالى فاخذني الحق تعالى عن العالم وعن نفسي
ثم ردني وانا اقول لو كان موسى بن عمران حيا ما وسعه الا اتباعي على طريق الامتثال
لا على طريق الحكاية فعلمت ان هذه القولة من بقايا تلك الاخذة واني كنت فانيا
في رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم اكن في ذلك الوقت فلانا وانما كنت محمدا
والا لما صح لي قول ما قلت الا على وجه الحكاية عنه صلى الله عليه وسلم وكذا
وقع لي مرة اخرى في قوله صلى الله عليه وسلم انا سيد ولد آدم ولا فخر وحينئذ
تبين لي وجه ما قال هؤلاء السادة اعني ان هذا انموذج ومثال لا اني اشبه حالي
بحالهم حاشاهم ثم حاشاهم ثم حاشاهم فان مقامهم اعلى واجل وحالهم
اتم واكمل اه **المبحث الرابع** قول الشيخ سيدي عبد القادر كل رجال الحق اذا
وصلوا الى القدر امسكوا الا انا وصلت اليه وفتح لي منه روزنة فنازعت اقدار
الحق بالحق للحق والرجل هو المنازع للقدر لا الموافق له اه فقرره الشيخ البوني المتبحر

بسم الله الرحمن الرحيم

وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم

السيف الرباني

في عنق المعترض على الغوث الجيلاني رضي الله عنه

تصنيف

العلامة محمد المكي بن سيدي مصطفى بن محمد بن عزوز البرجي

(١٢٧٠ – ١٣٣٤ هـ)
(١٨٥٤ – ١٩١٥ م)

المطبعة الرسمية التونسية

١٣١٢
سنة هجرية

اور گو اس زمانے میں دوسرے مشائخ بھی ہوں اور انہی اوصاف کاملہ سے متصف بھی ہوں، مگر میرا منزلِ مقصود پر پہنچنا اسی ایک کی بدولت ہوگا۔ سو توحید مطلب سلوک کا بڑا رکن ہے اور جس کو یہ حاصل نہ ہوگا وہ پراگندہ و پریشان اور ہر جائی بنا پھرے گا۔ اور کسی جنگل میں بھٹکتا ہُوا کیوں نہ ہلاک ہو جائے حق تعالےٰ کو بھی اس کی مطلق پرواہ نہ ہوگی۔ پس مشائخ زمانہ میں ہر شخص کے متعلق یہ سمجھنا کہ یہ بھی میری پیاس بُجھا کر مطلب تک پہنچا سکتا ہے سلوک کے لئے مضر ہے، بلکہ جس طرح حق ایک اور قبلہ ایک ہے اسی طرح راہبر شیخ بھی ایک ہی کو سمجھے ورنہ بربادی کے سوائے کچھ حاصل نہ ہوگا اور اسی پراگندگی میں بتھیرے تباہ ہو گئے ہیں۔ سو اگر اس کا وسوسہ بھی آیا کہ عالم میں اس شیخ کے علاوہ کوئی دوسرا بھی مجھ کو مطلب پر پہنچا سکتا ہے تو ضرور شیطان اس پر قبضہ جمائے گا اور لغزش میں ڈال دے گا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیطان کسی پیر کی صورت بن کر آئے گا اور (چونکہ اس کا ضعیف قلب ہر شیخ کی طرف راہبری کا یقین کر لیتا ہے اس لئے شیطان کو پیر بنا ہُوا دیکھ کر اس کی طرف بھی جُھکے گا اور وہ اس پر اپنا رنگ جما کر ایسا تسلط کرلے گا کہ پھر چھٹکارا مشکل ہے) غرض اس کو تباہ کر دے گا اور ایسے شُعبدے دکھلائے گا کہ اس کا عقیدہ باطل پر جما دے گا۔ اور چونکہ توحید مطلب حاصل ہونے پر شیطان کو راہ نہیں ملتی اور وہ اس کے شیخ کی صورت بن نہیں سکتا۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "شیخ اپنے مریدوں میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں" اس کے علاوہ آپؐ نے اپنی اُمت کے عُلماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کے مثل فرمایا ہے پس شیطان لعین جس طرح جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شکل نہیں بن سکتا چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں:-

من رانی فقد رانی فان شیطان لا یتمثل بی ۔ "جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل ہرگز نہیں بنا سکتا"۔

اسی طرح شیطان متبع شریعت محمدیہ شیخ کی صورت بھی نہیں بنا سکتا۔ پس مرید محفوظ رہتا

ارشاد الملوک ترجمہ امداد السّلوک ماخوذ از رسالہ مکّیہ
یعنی

امداد السّلوک اردو

تصوف و اخلاق کی معروف بلند پایہ کتاب

مُصنّف

حضرۃ شیخ قطب الدّین دمشقی نوّر اللہ مرقدہ

مُؤلّف

امامِ ربّانی حضرۃ مولانا رشید احمد گنگوہی قُدّس سرّہ

دارُ الکتاب دیوبند

مکتوب ۳۰۱
سیصد و یکم

مولانا امان اللہ کی طرف صادر فرمایا ـــــ قربِ نبوت اور قربِ ولایت اور ان راہوں کے بیان میں جو قربِ نبوتؐ تک پہنچانے والی ہیں اور اس کے مناسب بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حمد و صلوٰۃ کے بعد میرے فرزند مولانا امان اللہ[1] کو معلوم ہو کہ نبوت سے مراد وہ قربِ الٰہی ہے جس میں ظلیت کا کچھ بھی شائبہ نہیں۔ اس قرب کا عروج حق جل و علا کی طرف رُخ رکھتا ہے، اور اس کا نزول مخلوق کی طرف۔ یہ قرب بالاصالت انبیا علیہم الصلوات و التسلیمات کے نصیب ہے اور یہ منصب انہی بزرگوں علیہم الصلوات والبرکات کے ساتھ مخصوص ہے۔ نیز یہ منصب حضرت سید البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے۔ آنحضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ بھی نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل علیہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کریں گے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ (جس طرح) متبعین اور خادموں کو اپنے مالکوں کی دولت اور ان کے پس خوردہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے (اسی طرح) انبیا علیہم الصلوات والتحیات کی دولتِ قرب سے ان کے کامل متبعین کو بھی حصہ حاصل ہوتا ہے نیز اس مقام کے علوم و معارف اور کمالات سے وراثت کے طریق پر کامل متبعین کو بھی حصہ نصیب ہوتا ہے۔ ع

خاص کند بندۂ مصلحت عام را (عام کے فائدے کو خاص آیا)

پس آنحضرت خاتم الرسل علیہ و علیٰ آلہ و علیٰ جمیع الانبیاء والرسل الصلوات والتحیات کی بعثت کے بعد آپ کے متبعین کو تبعیت و وراثت کے طریق پر کمالاتِ نبوت کا حاصل ہونا آپ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے، فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ (ترجمہ: پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں)۔

اللہ تعالیٰ آپ کو سعادتمند کرے، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کمالاتِ نبوت تک پہنچانے والے دو راستے ہیں: ایک وہ راستہ جو مقامِ ولایت کے مفصل کمالات طے کرنے پر موقوف ہے اور ان تجلیاتِ ظلیہ اور معارفِ سکریہ کے حصول پر منحصر ہے جو مرتبہ ولایت کے قرب کے مناسب ہیں، ان

---

[1] آپ کے نام تین مکتوبات ہیں اور آپ کا تذکرہ مکتوب ۲۸۶ پر گزر چکا ہے۔

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

(یہ تو ایک نصیحت ہے پس جس کا جی چاہے (اس سے) اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے)

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست ۔ آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

مکتوبات

حضرت مجدد الفِ ثانی

شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ السامی

کے

دفتر اول کے مکتوب ۱ سے ۱۷۱ تک مکتوبات کا

اردو ترجمہ

مترجمہ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ

ناشر

ادارۂ مجددیہ : ۲/۵، ایچ ، ناظم آباد ۳، کراچی

علاوہ لوگوں کی اطاعت کرتا رہتا ہوں" سوال ہوا کہ عارف کون ہے؟ فرمایا کہ جو دنیا میں رہ کر بھی اس
سے دور بھاگتا ہے اور خواب میں نہ تو خدا کے سوا کسی کو دیکھے اور نہ کسی پر اپنا راز ظاہر کرے۔ پوچھا
گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی وضاحت فرما دیجئے فرمایا کہ دنیا کو چھوڑ دو تاکہ ان دونوں
چیزوں کا قصہ ہی باقی نہ رہے فرمایا کہ جو معرفت میں غرق ہو کر امر بالمعروف کی شکایت ہوتی ہے اور
بندہ نفس و مخلوق کی اطاعت کے بغیر ہی قرب الٰہی حاصل کر لیتا ہے" کسی نے پوچھا کہ آپ کو یہ مرتبہ
کیسے حاصل ہوئے فرمایا کہ میں نے وسائل دنیاوی کو زنجیر قناعت میں جکڑ کر اور صدق کے صندوق
میں بند کر کے یاس کے دریا میں غرق کر دیا" سوال کیا گیا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا کہ چار
سال اس لیے کہ میں صرف چار سال سے خدا کا مشاہدہ کر رہا ہوں اس سے قبل کے ستر سال محض
قیل و قال میں گزر گئے جن کو عمر میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

عزت : حضرت احمد خضرویہ نے آپ سے کہا کہ ابھی تک مجھ کو مقام نہایت تک رسائی
حاصل نہیں ہو سکی۔ آپ نے فرمایا کہ تم عزت کی انتہا حاصل کرنے کی فکر میں ہو اور وہ باری تعالیٰ
کی صفت ہے جس کو مخلوق حاصل نہیں کر سکتی پھر لوگوں نے پوچھا کہ نماز کی صحیح تعریف کیا ہے
فرمایا کہ جس کے ذریعہ خدا سے ملاقات ہو سکے" لیکن اس سے ملاقات بہت دشوار ہے سوال کیا گیا کہ
آپ بھوکے رہنے کی تعریف کیوں کرتے ہیں' فرمایا کہ اگر فرعون بھوکا رہتا تو کبھی یہ نہ کہتا کہ میں تمہارا رب
ہوں" کہہ کر خدائی کا دعویٰ نہ کرتا فرمایا کہ مغرور اس کو کہتے ہیں جو دوسروں کو کمتر تصور کرے
مغرور کو کبھی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی" پھر کسی نے عرض کیا کہ آپ پانی کے اوپر چلنا بہت بڑی
کرامت ہے فرمایا کہ اس میں کوئی کرامت نہیں کیونکہ لکڑی کے چھوٹے چھوٹے تنکے بھی پانی پر
بہتے رہتے ہیں لوگوں نے کہا کہ آپ ہوا میں پرواز کر کے مکہ معظمہ صرف ایک شب میں پہنچ جاتے
ہیں" فرمایا کہ یہ بھی کوئی کرامت نہیں کیونکہ معمولی پرندے بھی ہوا میں پرواز کرتے ہیں اور جادوگر
لوگ تو ایک شب میں تمام دنیا کی سیر کر لیتے ہیں لوگوں نے جوانمردی کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ میں
نے سو سال کی گوشہ نشینی کے بعد بھی خود کو غاروں میں رہنے والی عورت کی طرح پایا اور جس وقت میں
نے دنیا کو تین طلاق دے کر خدا تعالیٰ سے مل گیا اور خدا سے کہا کہ میرا تیرے سوا کوئی نہیں اور جب
تک تو میرا ہے سب کچھ میرا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے میرے صدق کا مشاہدہ کر لیا تو میرے نفس
کے عیب دور فرما دیئے فرمایا کہ مخلوق نے مجموعی طور پر جتنا خدا کو یاد کیا ہے میں نے تنہا یاد کیا جس
کی وجہ سے خدا نے بھی مجھ کو یاد کیا اور اپنی معرفت سے مجھ کو حیات نو عطا کر دی۔ فرمایا کہ جس کو
اطاعت خداوندی کی نعمت سے نوازا گیا وہ اس نعمت پر فریفتہ ہو کر رہ گیا لیکن میں نے خدا سے

بجائے خدا کے کچھ طلب نہیں کیا فرمایا کہ مجھے جب یہ خیال آیا کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں تو
غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ میں اس کو دوست نہیں رکھتا بلکہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے فرمایا کہ
دوسرے لوگوں نے تو مردوں سے علم حاصل کیا لیکن میں نے ایسی زندہ ہستی سے علم سیکھا کہ جس کو
موت ہی نہیں ہے فرمایا کہ جب میں نے نفس کو اللہ کی جانب راغب کرنا چاہا اور وہ راغب نہ ہوا تو
میں اس کو بھی چھوڑ کر خدا کی حضوری میں پہنچ گیا فرمایا کہ جب مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی اور عالم
ملکوت میرے مشاہدے میں آ گیا تو مجھے وہاں سے رضا و محبت حاصل ہو گئے فرمایا کہ مجھے یہ مرتبہ اس
لیے حاصل ہوا کہ جس عضو کو رجوع الی اللہ نہ پایا اس سے کنارہ کش ہو کر دوسرے عضو سے کام لیا
فرمایا کہ خدا شناسی کے بعد میں نے خدا کو اپنے لیے کافی سمجھ لیا فرمایا کہ بہت عرصہ سے نماز میں مجھے
خیال آتا ہے کہ میرا قلب مشرک ہے اور اس کو زنار کی ضرورت ہے فرمایا کہ عورتیں مجھ سے اس
لیے افضل ہیں کہ وہ ماہواری کے بعد غسل کر کے پاک و صاف ہو جاتی ہیں لیکن مجھے تمام عمر غسل
کرتے رہنے کی کبھی پاکیزگی حاصل نہ ہو سکی فرمایا کہ اگر پوری زندگی میں مجھ سے ایک نیک کام بھی ہو جاتا
تو میں خوفزدہ نہ رہتا فرمایا کہ اگر روز محشر میں یہ سوال کیا جائے کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا تو میں اس کو
بہتر تصور کرتا ہوں کہ یہ پوچھا جائے کہ تو نے فلاں کام کیوں نہ کیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بھیدوں سے
جو واقف ہے اور ہر بھید کی جانب نظر ڈال کر فرماتا ہے کہ میں اس کو اپنی محبت سے خالی پاتا ہوں
اس وجہ کے بعد کہ اپنی محبت میں غرق رکھتا ہوں فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں خدا کی توحید
سے زیادہ کا طلب گار ہوں۔ لیکن بیداری کے بعد میں نے عرض کیا کہ مجھے تیری توحید سے بڑھ کر
کچھ نہیں چاہیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا کہ کیا تو اہل رکھتے ہو" میں نے عرض کیا کہ جو
[illegible] واقف ہو فرمایا گیا کہ خود کو چھوڑ کر چلے آؤ فرمایا کہ لوگ مجھے اپنا جیسا خیال کرتے ہیں حالانکہ
عالم غیب میں میرے اوصاف کا مشاہدہ کر لیں تو مر جائیں کیونکہ میں ایک ایسے سمندر کی طرح ہوں
جس کی گہرائی کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے۔

عرش کی حقیقت کے متعلق کسی نے آپ ہی سوال کیا تو فرمایا کہ عرش تو میں خود ہوں پھر
کرسی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ کرسی بھی میں خود ہوں' پھر قلم کے متعلق بھی یہی
فرمایا۔ اس کے بعد سائل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے تو اور بھی بہت سے مقرب بندے ہیں مثلاً حضرت
ابراہیم اور حضور محمد ﷺ اس پر بھی آپ نے یہی فرمایا کہ وہ بھی میں ہی ہوں پھر سائل نے ملائکہ
کے متعلق پوچھا تو جب بھی یہی فرمایا کہ وہ بھی میں ہی ہوں' یہ جواب سن کر جب وہ خاموش ہو گیا تو
آپ نے فرمایا کہ حق میں فنائیت کے بعد تمام چیزوں کو اپنی ہی ہستی میں ٹھہرایا ہوں اس لیے کہ حق

تذکرۃ الاولیاء

لاختلال دينهم بالتحريف وأنواع الضلالات مع ادعائهم انه من عند الله (وانه لا يبعث (نبي بعده) ولكن رسول الله وخاتم النبيين (و) اذا ثبت أنه خاتم الانبياء ثبت أنه (لا تنسخ شريعته) بل شريعته ناسخة لجميع الاديان (و) أجمع المسلمون على (أنه أفضل الانبياء) كيف لا (وأمته خير الامم) قال الله تعالى كنتم خير أمة الآية وتفضيل الامة من حيث انها أمة تفضيل للرسول الذي هم أمته (واختلفوا في الافضل بعده فقيل آدم) عليه السلام لكونه أبا البشر (وقيل ابراهيم) عليه السلام لزيادة توكله واطمئنانه (وقيل موسى) عليه السلام لكونه كليم الله (وقيل عيسى) عليه السلام لكونه روح الله تعالى وقيل نوح عليه السلام لطول عبادته ومجاهدته (ودل الكتاب على معراجه) صلى الله عليه وسلم (الى المسجد الاقصى واجماع القرن الثاني على أنه في اليقظة وبالجسد) ولو كان دعوى النبي

بواجب حينا آخر فلا تناقض سواء كان الواجب مؤقتا أو أبدا وأجيب بأن الكلام في الحكم فليتأمل (قوله وانه لا يبعث نبي بعده) اشارة الى دفع مايقال ان عيسى حي بعد نبينا عليهما السلام حيث رفع الى السماء وينزل الى الدنيا فلا يكون صلى الله عليه وسلم خاتما وحاصل الدفع أن معنى كونه خاتم النبيين هو أنه لا يبعث بعده نبي آخر بشريعة أخرى فان عيسى عليه السلام انما ينزل على شريعة نبينا ولا يسعه الا اتباعه (قوله وتفضيل الامة من حيث انها الخ) اشارة الى دفع مايتوهم أن لا نسلم ان خيرية الامة تدل على خيرية نبيهم لجواز أن تكون راجعة الى نفسهم وحاصل الدفع أن اضافة الخير الى الامة ظاهرة في الخيرية من حيث كونهم أمة له صلى الله عليه وسلم فتدل على خيريته صلى الله عليه وسلم فحينئذ قوله صلى الله عليه وسلم لاتفضلوني على يونس بن متى ونحوه لعله تواضع منه كما هو عادته صلى الله عليه وسلم (قوله لزيادة توكله واطمئنانه) أقول هذا تعليل لايلائم قوله في الآية ولكن ليطمئن قلبي فتدبر جدا (قوله لكونه روح الله) وكلمته ألقاها الى مريم مع أنه حي في السماء لكن ينبغي أن يعلم أن كون نبينا صلى الله عليه وسلم ميتا في الارض أنفع للامة من كونه حيا في السماء حيث

لفخر الدين والملة

الشيخ عبد القادر السنندجي الكردستاني

مع حاشية المحاكمات

للشيخ محمد وسيم الكردستاني

وحواشي متفرقة لبعض الأفاضل

للمحقق السيد الشريف علي بن محمد الجرجاني

المتوفى ٨١٦هـ

ويليه حاشيتي السيالكوتي والحلبي

الناشر

المكتبة الأزهرية للتراث

٩ درب الأتراك خلف الجامع الأزهر الشريف

الناشر

الجزيرة للنشر والتوزيع

٩ درب الأتراك خلف الجامع الأزهر الشريف - ت: ٢٥١٢٠٨٤٧

ازالہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا جیسے آخری اولاد اور آخری بیٹے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے بعد کوئی بیٹا پیدا نہیں ہوا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے پیدا ہوئے اور آپ سے پہلے پیغمبر ہوئے۔ البتہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کے بعد پیدا ہوئے لہٰذا مرزا صاحب کا وجود تو ختم نبوت کے منافی ہوگا لیکن حضرت عیسیٰ کا نزول ختم نبوت کے معارض نہ ہوگا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں بہت سے پیغمبر پیدا ہوئے مگر سب سے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے زمین پر اترے اور یہاں آکر دل گھبرایا تو حضرت جبریل نے اذان دی اور اس میں اشھد ان محمد رسول اللہ کہا تو حضرت آدمؑ نے حضرت جبریلؑ سے پوچھا کہ محمدؐ کون ہیں تو یہ جواب دیا:

آخر ولدک من الانبیاء (رواہ ابن عساکر) پیغمبروں میں آپکے آخری بیٹے ہیں۔

یعنی آپ کی اولاد میں سب سے آخری نبی آپ پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے نبی ہو چکے البتہ ان کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ طویل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے صدہا سال پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ابھی زندہ ہیں۔ اخیر زمانہ میں امت محمدیہ کا ایک مجدد ہونے کی حیثیت سے نازل ہوں گے نبی ہونے کی حیثیت سے نزول نہ ہوگا۔ نزول کے بعد اپنی نبوت و رسالت اور اپنی کتاب یعنی انجیل اور اپنی شریعت کی طرف سے کسی کو دعوت نہیں دیں گے بلکہ خاتم النبیین کا نائب بن کر لوگوں کو خالص قرآن و حدیث کے احکام پر چلائیں گے اور خود بھی شریعت محمدیہ کے اتباع اور

ختمِ نبوّت

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ اسلامیات ○ لاہور

نہیں پڑے گا۔ آخر عالم بشریت کے ابتدائی دور میں تمام انسان جن میں انبیاء کرام بھی شامل ہیں، جسم وضخامت اور قد و قامت میں مابعد کے زمانوں کے لحاظ سے یقیناً بڑے اور طویل وعریض ہوتے تھے۔ آدم علیہ السلام کا قد و قامت اپنے ہاتھ کی پیمائش سے سے ساٹھ ہاتھ لمبا اور سات ہاتھ چوڑا تھا۔ یہی حال نوح علیہ السلام اور حضرت ہود و صالح علیہما السلام کے قد و قامت کا تھا۔ سیر کی روایتوں میں ہے کہ اس دور کے بعض انبیاء کا جسم مبارک قبر کھلنے سے کھل گیا تو ان کی ناک کی پیمائش ایک گز نکلی۔ جیسے حسب تصریح اہل نجوم بہت سے ستارے جسم وضخامت میں آفتاب سے بڑے ہیں مگر فیض نور میں سب اس کے محتاج ہیں۔ ایسے ہی اگر بہت سے انبیاء علیہم السلام قد و قامت میں یا اپنی کسی جزوی خصوصیت میں حضور سے زیادہ ہوں تو اس سے نورِ نبوت میں حضور سے اسکا استغنایا اُن کی برتری حضور پر ثابت نہیں ہو سکتی اور جب یہ صورت ہے تو حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی، بلکہ نبوت بخشی بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا فرد آپ کے سامنے آگیا نبی ہوگیا اور اس طرح نورِ نبوت آپ ہی سے چلا اور آپ ہی پر لوٹ کر ختم ہوگیا اور یہی شان خاتم کی ہوتی ہے کہ اسی سے اس کے وصف خاص کی ابتدا بھی ہوتی ہے اور اسی پر انتہا بھی ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہم آپ کو وصف نبوت کے لحاظ سے صرف نبی ہی نہیں کہیں گے بلکہ خاتم النبیین کہیں گے کہ آپ ہی پر تمام انوارِ نبوت کی انتہا ہے۔ جس سے آپ منتہائے نبوت ہیں۔ آپ ہی سے نبوت چلتی ہے اور آخر کار آپ ہی پر عود کر آتی ہے۔ پس آفتاب کی تمثیل سے آفتاب نبوت، نبوت کا مبدا بھی ثابت ہوتا ہے اور منتہا بھی، نبوت میں اول بھی نکلتا ہے اور آخر بھی، فاتح بھی ثابت ہوتا ہے اور خاتم بھی، چنانچہ آپ نے اپنی نبوت کی اولیت کا ان الفاظ میں اعلان فرمایا کہ:-

كُنتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ۔

میں نبی بن چکا تھا جب کہ آدم ابھی روح وجسم کے درمیان ہی میں تھے۔ (یعنی ان کا خمیر ہی کیا جا رہا تھا اور ان کی تخلیق تکمیل

نه بی‌نیازی خود میدهم خبر به نیاز
که جان جان جهانم دگر نمیدانم

عاشق بی‌خبر منم من نیستم نه من منم — عارف با هنر منم من نیستم نه من منم

سوز دل و جگر منم وحشت پرده در منم — دانش پیشه‌گر منم من نیستم نه من منم

و من منم خطر منم زهر منم شکر منم — نفع منم ضرر منم من نیستم نه من منم

شام منم سحر منم شمس منم قمر منم — در همه جلوه‌گر منم من نیستم نه من منم

اینهمه بحر و بر منم وینهمه خشک و تر منم — قطره منم گهر منم من نیستم نه من منم

شاهد دلربا منم مطرب خوشنوا منم — سمع منم بصر منم من نیستم نه من منم

حسن جمال حق منم عز و جلال حق منم — حشمت و جاه و فر منم من نیستم نه من منم

طوطی شهدریز با منم بلبل نغمه‌خوان منم — روح منم شجر منم من نیستم نه من منم

صوفی باصفا منم بیخود و باخدا منم — اہل دل و نظر منم من نیستم نه من منم

آدم و شیث و نوح و هود و عیسی حقیقتم نمود — صاحب هر عصر منم من نیستم نه من منم

موسی جلوه‌بین منم قاتل فاسقین منم — نور منم بشر منم من نیستم نه من منم

عاصی نعمتی منم احمد هاشمی منم — حیدر و شیر نر منم من نیستم نه من منم

راز و نیاز خود منم سوز و گداز خود منم

إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

الحمد للہ کہ کتاب مستطاب دیوان لاجواب پسندیدہ

حضرات صوفیہ کرام و بزرگان عظام

یعنی

دیوان نیاز بے نیاز

رحمۃ اللہ علیہ

بترتیب جدید و اضافہ و اجازت صاحب سجادہ حضرت قطب عالم

مدار اعظم نیاز بے نیاز حضرت شاہ نیاز احمد صاحب قدس سرہٗ

حسب فرمائش حضرت مولوی محمد مزمل خاں صاحب نظامی نیازی

بماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۸ ہجری

در مطبع آگرہ اخبار آگرہ مطبوع گردید

بار دوم ایکہزار جلد

الفتوحات المكية

تأليف

الشيخ الإمام خاتم الأولياء أبي بكر محيي الدين
محمد بن علي بن محمد بن أحمد بن عبد الله الحاتمي
المعروف بابن عربي
المتوفى سنة ٦٣٨ هـ

ضبطه وصححه ووضع فهارسه
أحمد شمس الدين

الجزء الأول

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افرادِ مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افرادِ خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی، افرادِ مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

بالجملہ ثبوت اثر مذکور دونا مثبتِ خاتمیت ہے، معارض و مخالف خاتم النبیین نہیں جو یوں کہا جائے کہ یہ اثر شاذ بمعنی مخالف روایت ثقات ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہو گا کہ حسب مزعوم منکران اثر اس اثر میں کوئی علتِ غامضہ بھی نہیں جو اسی راہ سے انکار صحت کیجئے کیونکہ اول تو امام بیہقی کا اس اثر کی نسبت صحیح کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی علتِ غامضہ خفیہ قادحہ فی الصحۃ نہیں۔ دوسرے شذوذ تھا تو یہی تھا کہ مخالف جملہ خاتم النبیین ہے اور علت تھی تب یہی تھی، اگر اور کوئی آیۃ یا حدیث ایسی ہوتی جس سے سات سے کم زیادہ زمینوں کا ہونا یا انبیاء کا کم و بیش ہونا یا نہ ہونا ثابت ہوتا، تو کہہ سکتے تھے کہ وجہِ شذوذ یہ ہے۔ مگر آج تک نہ کسی نے ایسی آیت و حدیث سنی نہ مدعیوں نے پیش کی۔ علیٰ ہذا القیاس مضمونِ علتِ قادحہ کو خیال فرمائیے آج تک سوائے مخالفت مضمون مذکور کسی نے کوئی وجہ قادح فی الاثر المذکور پیش نہیں کی اور فقط احتمال بے دلیل اس باب میں کافی نہیں ورنہ بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی اس حساب سے شاذ و معلل ہو جاویں گی۔ اور نیز یہ بھی واضح ہو گیا ہو گا کہ یہ تاویل کہ یہ اثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے یا انبیاء الارضین ماتحت سے مبلغ ان احکام مراد ہیں، ہرگز قابلِ التفات نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ باعث تاویلات مذکورہ فقط یہی مخالفت خاتمیت تھی۔ جب مخالفت ہی نہیں تو ایسی تاویلیں کیوں کیجئے جن کو مدلول معنی مطابقی سے کچھ علاقہ ہی نہیں۔

دلیل کے ساتھ بڑوں کی رائے سے اختلاف جائز ہے	باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانیے تو ان کی تحقیر نعوذ باللہ

تحذیر الناس

من انکار اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ

تالیف

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ

بانی دار العلوم دیوبند (م ۱۲۹۷ھ)

مقدمہ

علامہ ڈاکٹر خالد محمود ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

حاشیہ

مولانا حافظ عزیز الرحمٰن ایم اے ایل ایل بی

توضیح بعض عبارات

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم

ادارہ العزیز

نزد جامع مسجد صدیقیہ، گلی برف خانہ، سیالکوٹ روڈ، کھوکھر کی۔ گوجرانوالہ

ہے۔ جو سراسر خلاف ہے عقل و نقل کے اور در صورتِ نزول مع النبوۃ کے خاتم النبیین کی مُہر ٹوٹتی ہے بخلاف قادیانی کے نبی و رسول بننے کے، کیونکہ یہ فنافی الرسول ہونے کے باعث نبی و رسول ہونے کا مدعی ہے۔

جواب

فنافی الرسول ہونے کی وجہ سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نبی و رسول ہونے کا کوئی مستحق نہیں۔ چنانچہ اُوپر لکھا گیا ہے۔ اور عیسیٰ بن مریم کے نزول کی نسبت کہا جاتا ہے کہ نبوت و رسالت کے لیے دو رُخ ہیں۔ یا یُوں کہو بطون و ظہور ہے بطون عبارت ہے اخذ کرنے فیضان سے منجانب اللہ، جس کو خدا کے ہاں مقربین میں سے ہونا لازم غیر منفک ہے۔ اور ظہور عبارت ہے توجہ الی الخلق سے یعنی تبلیغ شرائع و احکام کی۔ اِس ظہور میں تو بسبب تغیر و تبدل شرائع کے انقلاب آسکتا ہے۔ نبی لاحق کی شریعت چونکہ ناسخ ٹھہری نبی سابق کی شریعت کے لیے، تو نبی سابق کو بھی بر تقدیر موجود ہونے اس کے نبی لاحق کی شریعت کے زمانہ میں، اپنا شرع چھوڑ کر شرع لاحق کے ساتھ عمل درآمد کرنا ہوگا۔ چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اس کو بھی بغیر میری شریعت کے عمل درآمد کرنا جائز نہ ہوتا۔ اور اِس عمل درآمد کے تغیر و تبدل سے وُہ نبوت کا بطون جس کو قربِ الٰہی اور عند اللہ معزز ہونا لازم ہے ہرگز متغیر نہیں ہوتا۔ کیا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کی اجازت دی اور بعد اس کے جب بیت اللہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو آپ کی نبوت و رسالت میں فرق آگیا یا آپ اس قدر و منزلت سے جو آپ کو پہلے بارگاہِ خداوندی میں حاصل تھی معزول کیے گئے۔ ہرگز نہیں۔

الحاصل بطونِ نبوت مع لازم اپنے کے جو قرب ہے، کبھی انبیاء و رُسل سے زائل نہیں ہوتا بخلاف ظہورِ نبوت و تبلیغ شرائع اپنے کے کہ یہ محدود ہے تا ظہورِ نبوت نبی لاحق کے۔ اور نبوت و رسالت انبیاء سابقہ کا بطون گو کہ دائمی ہے مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دُنیا میں تشریف لانے سے پہلے ان کو ملا ہے لہٰذا خاتم النبیین کی مُہر کو اگر سارے انبیاء دُنیا میں آپ کے بعد آجائیں تو بھی نہیں توڑ سکتے۔ اور یہی مطلب ہے قاضی بیضاوی کا اِس قول سے کہ (مع انہ اٰخر من نبّئ) اِس تشریح سے ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ نزولِ مسیح کو آیۃ خاتم النبیین کے منافی سمجھنا اور کُل اُمتِ مرحومہ کو بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی اِس منافاۃ سے بے خبر خیال کرکے اپنی قرآن دانی پر نازاں ہونا کس حد تک جہالتِ مرکبہ ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تنازعہ اِس مسئلہ میں (کہ نزولِ مسیح مع وصف النبوۃ ہوگا یا بدُوں اس کے) تنازعہ لفظی ہے یعنی جنھوں نے مع وصف النبوۃ لکھا ہے مُراد اُن کی بطونِ نبوت کا ہے۔ اور جنھوں نے بدُون النبوۃ کہا ہے انھوں نے ظہورِ نبوت کا لیا ہے۔ مضمون ہذا میں اگر جناب مولوی صاحب[1] ذرا غور فرماویں تو شمس الہدایت کی عبارت مسطورہ ذیل پر معترض نہ ہوں گے۔
(مسیح بن مریم بلکہ کُل انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بحدِ ظہورِ نبی پچھلے کے ہوتی ہے۔ شمس الہدایت صفحہ ۸۰ سطر ۲۲)

شمس الہدایت کے اِسی صفحہ ۸۰ کی سطر ۱ میں عبارت ہٰذہٖ بعد نزول در رنگِ آحادِ اُمت ہی اُتریں گے پر جناب موصُوف اعتراض فرماتے ہیں کہ (بعد النزول) اور پھر (اُتریں گے) یہ تکرار کیسا؟ جواباً گذارش ہے کہ عبارت مسطورہ میں (در رنگِ آحادِ اُمت) ظرف لغو ہے متعلق بہ (اُتریں گے) پس (اُتریں گے) مقید ٹھہرا بہ نسبت (نزول) کے۔ اور ظاہر ہے کہ مقید بعد المطلق ہی ہوا کرتا ہے۔ اور بوجہ فرق

---

[1] اِس سے حضرت مؤلف کے بعض معاصرین علماء مُراد ہیں جنھیں شمس الہدایہ کی عبارت سمجھنے میں مغالطہ ہوا۔ ۱۲

روح المعاني

في

تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني

لخاتمة المحققين وعمدة المدققين مرجع أهل العراق
ومفتي بغداد العلامة أبي الفضل
شهاب الدين السيد محمود الالوسي البغدادي
المتوفى سنة ١٢٧٠ هـ سقى الله ثراه
صبيب الرحمة وأفاض عليه سجال
الاحسان والنعمة آمين

الجزء الأول

عنيت بنشره وتصحيحه للمرة الثانية باذن من ورثة المؤلف بخط وإمضاء علامة العراق
(المرحوم السيد محمود شكري الألوسي البغدادي)

إدارة الطباعة المنيرية
دار
إحياء التراث العربي
بيروت - لبنان

مصر : درب الأتراك رقم ١

اوروں کے احکام کو وہ توڑ سکتا ہی اُسکے احکام کو اور کوئی نہیں توڑ سکتا اور وجہ اسکی یہی ہوتی ہی کہ اُس پر مراتب عہدجات ختم ہوجاتے ہیں ایسے ہی خاتم مراتب نبوت کے اوپر اور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں جو ہوتا ہی اُسکے ماتحت ہوتا ہی اسلئے اُسکے احکام اوروں کے احکام کے ناسخ ہونگے اُوروں کے احکام اُسکے احکام کے ناسخ نہونگے اور اسلئے یہ ضرور ہی کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو کیونکہ اوپر کے حاکم تک نوبت سب حکام ماتحت کے بعد میں آتی ہی اور اسلئے اُسکا حکم اخیر حکم ہوتا ہی چنانچہ ظاہر ہی پارلیمنٹ تک مرافعہ کی نوبت سبھی کے بعد میں آتی ہی یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ کسی اور نبی نے دعوے خاتمیت نہ کیا گیا تو حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے کیا۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں یہ مضمون بتصریح موجود ہی سوا آپکے اور آپسے پہلے اگر دعوے خاتمیت کرتے تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کرتے مگر دعویٰ خاتمیت تو درکنار اُنہوں نے یہ فرمایا کہ میرے بعد جہان کا سردار آنیوالا ہی۔ اس سے صاف ظاہر ہی کہ آپ نے اپنی خاتمیت کا انکار کیا بلکہ خاتم کے آنے کی بشارت دی کیونکہ سب کا سردار خاتم الحکام ہوا کرتا ہی اور درصورت مخالفت رائے اُسکے احکام آخری احکام ہوا کرتے ہیں چنانچہ مرافعہ کرنیوالوں کو خود ہی معلوم ہی جب افضلیت محمدی اور خاتمیت محمدی دونوں معلوم ہوگئیں تو اب یہ گذارش ہے کہ فقط افضلیت محمدی کمالات ہی میں واجب التسلیم نہیں بلکہ معجزات میں بھی افضلیت محمدی واجب الایمان ہی اور کیوں نہو معجزات خود آثار کمالات ہوتے ہیں اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے مردے زندہ ہوگئے اور حضرت موسےٰ علیہ السلام سے عصائے بے جان اژدہائے جاندار بنگیا تو کیا ہوا رسول اللہ صلعم کے طفیل سے کبھی کا سوکھا کھجور کی لکڑی کا ستون زندہ ہوگیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ ایک زمانہ تک رسول اللہ صلعم جمعہ کے روز اپنی مسجد کے ایک ستون کے ساتھ جو کھجور کا تھا پشت لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب ممبر بنایا گیا تو آپ اُس ستون کو چھوڑکر ممبر پر خطبہ پڑھنے تشریف لائے

وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا

الحمد للہ والمنۃ کہ مجموعہ تقریرات اعتراضات المش[illegible]

مباحثہ شاہجہانپور

کہ رئیس المتکلمین جناب سیدنا و مولانا مولوی محمد قاسم صاحب جامع الخیرات مجمع البرکات با پنڈت دیانند
و منشی اندرمن و پادری اسکاٹ مفسر انجیل و پادری نولس صاحبان وغیرہ
در سنہ ۱۲۹۵ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بمقام شاہجہانپور کردہ بودند

بماہ جنوری سنہ ۱۸۹۱ع

بمطبع مجتبائی واقع دہلی طبع گردید

انما انا قاسم واللہ یعطی

الحمد للہ والمنة کہ کتاب فیض مستطاب

انتصار الاسلام

محشی و معنون

افاضات مبارکہ قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب

میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

طلب آکر ناک رگڑتا ہو اور کوئی بوجہ علم دیگر سر جھکاتا ہے غرض جیسے اُدھر کمالات گوناگوں ہیں۔ ایسے ہی اِدھر احتیاجات بوقلموں ہیں۔ مگر خدا کی صفات کا کوئی ٹھکانا نہیں ایسے ہی بندہ کی احتیاجات کی کچھ انتہا نہیں۔ سو ہر صفت کے مقابل ہیں بالتفصیل یا بالاجمال عجز و نیاز عبادت ہو تو عبادت پوری ہے ورنہ ادھوری۔

خدا کی عبادت کس طرح کرنی چاہیے کہ معتبر ہو

سو بالتفصیل تو اس لئے ممکن نہیں کہ صفات غیر متناہیہ کے مقابلہ میں زمانہ بھی غیر متناہی ہی چاہیئے۔ ہاں بالاجمال ممکن ہو پر اسی شخص سے جو خاتم المراتب ہو۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ صفات میں باہم ترتب ہے۔ قدرت کا تعلق ارادہ کے تعلق پر موقوف ہو اور ارادہ کا تعلق علم کے تعلق پر موقوف ہے اور علم کا تعلق نہ ارادہ قدرت کے تعلق پر موقوف ہے اور نہ کسی اور کے تعلق پر موقوف ہو اور پھر یہ توقف ایسا ہو کہ ارادہ و قدرت کا تعلق بے تعلق علم متصوّر نہیں اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ ارادہ و قدرت کا تحقق بھی علم کے تحقق پر موقوف ہے۔ ورنہ باہم تحقق میں استغنا ہوتا تو تعلق میں خواہ مخواہ ضرورت نہ ہوتی۔ رنگ کا تعلق کپڑے کے ساتھ اسی وجہ سے خواہ نخواہ رنگریز کے ہاتھ کے تعلق پر موقوف نہیں یوں بھی کپڑے کا رنگین ہو جانا ممکن ہے۔ اگر ہوا کے باعث ظرف رنگ میں کپڑا جا پڑے تو جب بھی وہی بات ہے جو رنگریز کے ڈال دینے میں ہوتی ہے۔ مگر یہ[۱] ہے تو پھر باہم صفات مذکورہ میں اسی قسم کا فرق ہوگا جس قسم کا دھوپ اور شعاع میں ہوتا ہے یعنی جیسے دھوپ[ف] ایک انتہائی شعاع آفتاب کا نام ہے اور اس سے دھوپ کا تحقق شعاعوں کے تحقق پر موقوف ہے۔ ایسے ہی صفات موقوفہ صفات موقوفہ علیہا سے یہی نسبت رکھتے ہوں گے اور اس وجہ سے فوقیت و تحتیت کے مرتبے باہم پیدا ہو جائیں گے۔ صفات موقوفہ مرتبہ تحتانی میں ہوں گی اور صفات موقوفہ علیہا مرتبہ فوقانی میں اور ادھر مخلوقات میں بایں وجہ کہ ان میں جو کچھ ہے وہ عطائے خدا یعنی ظہور صفات ہے (چنانچہ پہلے عرض کر چکا ہوں) اور پھر فرق قابلیت ہے تو باہم ظہور صفات مذکورہ میں تفاوت ہوگا۔

سو جس میں اس صفت کا زیادہ ظہور ہو جو خاتم الصفات ہو یعنی اس سے اوپر اور صفت ممکن الظہور یعنی لائق انتقال و عطائے مخلوقات نہ ہو۔ وہ شخص مخلوقات میں خاتم المراتب ہوگا اور وہی شخص سب کا سردار اور سب سے افضل ہوگا۔ ایسے شخص سے البتہ بالاجماع عجز و نیاز کامل ادا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ظہور کامل کے لئے قابل میں بھی وسعت کامل چاہیئے وجہ اس کی یہ ہے جب حقیقت ظہور وہ حصول عطا ہو

[۱] یعنی جب آپس میں ایک دوسرے سے استغنا نہیں بلکہ ایک صفت کا تعلق دوسری صفت سے اس طرح ہے کہ اس کے بغیر اس کا پایا جانا ممکن نہیں ۱۲

ف آفتاب کی سب سے آخری اور دور کی شعاع کو دھوپ کہتے ہیں ۱۲

في إفساد الدين إذ حاصله أن الخضر، الذي قال تعالى في حقه: ﴿عبداً من عبادنا آتيناه رحمة من عندنا وعلّمناه من لدنا علماً﴾[1] وقد تعلّم منه موسى عليه السلام، من جملة تلاميذ أبي حنيفة، ثم عيسى وهو من أولي العزم يأخذ أحكام الإسلام من تلميذ تلميذ أبي حنيفة، و ما أسرع فهم التلميذ حيث أخذ عن الخضر في ثلاث سنين ما تعلّمه الخضر من أبي حنيفة حياً وميتاً في ثلاثين سنة، وأعجب منه أن أبا القاسم القشيري ليس معدوداً في طبقات الحنفية، ثم العجب من الخضر أنه أدرك النبيﷺ، ولم يتعلّم منه الإسلام ولا من علماء الصحابة الكرام كعليّ باب مدينة العلم وأقضى الصحابة وزيد أفرضهم، وأبي أقرئهم، ومعاذ بن جبل أعلمهم بالحلال والحرام، ولا من عظماء التابعين كالفقهاء السبعة وسعيد بن المسيب بالمدينة، وعطاء بمكة والحسن بالبصرة ومكحول بالشام، وقد رضي بجهله بالشريعة حتى تعلّم مسائلها في أواخر عمر أبي حنيفة. قال: فهذا مما لا يخفى بطلانه حتى على العقول السخيفة، حتى أن علماء المذهب أخذوا هذه المقالة على وجه السخرية، وجعلوها دليلاً على قلة عقل الطائفة الحنفية، حيث لم يعلموا أن أحداً منهم لم يرضَ بهذه القضية بالكلية، ثم لو تعرضت لما في منقوله من الخطأ في مبانيه ومعانيه الدالة على نقصان معقوله، لصار كتاباً مستقلاً إلا أني أعرضت عنه صفحاً لقوله تعالى: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾[2] فبطل قول القائل بل وكفر فيما ظهر لا سيما فيما أبرز بالنسبة إلى نبي الله عيسى المجمع على نبوته سابقاً ولاحقاً، فمن قال بسلب نبوته كفر حقاً كما صرّح به الإمام السّيوطي فإن النبي لا يذهب عنه وصف النبوة، ولا بعد موته. وأما حديث لا وحي بعدي، باطل لا أصل له نعم ورد لا نبي بعدي ومعناه عند العلماء أنه لا يحدث بعده نبي بشرع ينسخ شرعه، وقد صرح الإمام السبكي في تصنيف له: أن عيسى عليه السلام يحكم بشريعة نبينا بالقرآن والسنة، وحينئذ يترجح أن أخذه للسنة من النبيﷺ بطريق المشافهة من غير الواسطة أو بطريق الوحي والإلهام، وقد روي عن أبي هريرة: أنه لما أكثر الحديث، وأنكر عليه الناس قال: لئن نزل عيسى بن مريم قبل أن أموت لأحدثنه عن رسول اللهﷺ، فيصدقني. فقوله: فيصدقني دليل على أن عيسى عليه

---

(١) سورة الكهف، الآية: ٦٥.

(٢) سورة الأعراف، الآية: ١٩٩.

كتاب

الإشاعة لأشراط الساعة

للإمام محمد بن عبد الرسول الحسيني الشهرزوري البرزنجي

المتوفى سنة ١٠١٣ هـ

موفق فوزي الجبر

دار النمير

للطباعة والنشر والتوزيع

دمشق

قال التلمسانى ويجوز كسر الحاء المهملة وسكون الراء لقولهم ماحرم حلال لانهم اباحوا المحرمات (القائلين بتواتر الرسل) اى لاينقطعون مادامت الدنيا (وكا كثر الرافضة القائلين بمشاركة على فى الرسالة للنبى صلى الله تعالى عليه وسلم) اى حال وجوده (وبعده) اى وبعد فقد شهوده (وكذلك كل امام) اى من الائمة الاثنى عشر (عند هؤلاء) الرافضة (يقوم مقامه فى النبوة والحجة) يعنى ان ارادوا بها الحقيقة والا فالمنزلة المجازية لاتوجب الكفر ولا البدعة (وكالبزيغية) بموحدة مفتوحة وزاء مكسورة فتحتية ساكنة فمعجمة اومهملة (والبيانية) بفتح موحدة فتحتية بعدها الف فنون وقيل الصواب بموحدة مضمومة ونونين بينهما الف (منهم) اى من الرافضة لامن البزيغية كماتوهم الدلجى (القائلين بنبوة بزيغ) رجل غير معروف (وبيان) اى ابن اسمعيل الهندى من غلاة الروافض وقد تقدم ان اعتقادهم ان الله تعالى حل فى على واولاده كذا ذكره الحلبى وقال التلمسانى بنان بن سمعان التميمى (واشباه هؤلاء اومن ادعى النبوة لنفسه) كالمختار بن ابى عبيد الثقفى (اوجوز اكتسابها) اى تحصيل النبوة بالمجاهدة والرياضة (والبلوغ بصفاء القلب الى مرتبتها) اى منزلة النبوة بأخذ الفيض من جهة القلب عن الرب عزوجل (كالفلاسفة) اى الحكماء ومنهم ابوعلى بن سينا صاحب الشفاء الذى يورث مرض الشقاء (وغلاة المتصوفة) اى الجهلاء (وكذلك من ادعى منهم) وكذا من غيرهم (انه يوحى اليه) اى وحيا جليا لا الهاما يسمى وحيا خفيا كمايحصل لبعض ارباب المكاشفة واصحاب الفراسة كمايشير اليه قوله تعالى ان فى ذلك لآيات للمتوسمين اى المتفرسين وقوله عليه الصلاة والسلام اتقوا فراسة المؤمن وقوله فى امتى محدثون اى ملهمون (وان لم يدع النبوة) كعبدالله بن ابى سرح من قريش كان يكتب الوحى لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فلما نزل ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين عجب من تفصيل خلق الانسان فقال فتبارك الله احسن الخالقين فقال عليه الصلاة والسلام اكتبها كذلك نزلت فشك وقال لئن كان محمد صادقا لقد اوحى الى كما اوحى اليه اوكاذبا لقد قلت كما قال والتحق بمكة مرتدا فاهدر النبى عليه الصلاة والسلام دمه فأخذ له عثمان عام الفتح امانا فأسلم وحسن اسلامه وكان اخاه لامه وولاه زمن خلافته مصر (او انه) اى اويدعى انه حال اليقظة (يصعد الى السماء ويدخل الجنة ويأكل من ثمرتها ويعانق الحور العين) اى البيض الواسعة الاعين وفيه ان هذا كله يقتضى الكذب لاالكفر كمالايخفى (فهؤلاء) الطوائف (كلهم كفار) اى فانهم (مكذبون للنبى صلى الله تعالى عليه وسلم لانه صلى الله تعالى عليه وسلم اخبر) عن نفسه (انه خاتم النبيين لانبى بعده) اى ينبأ فلايرد عيسى لانه نبى قبله وينزل بعده ويحكم بشريعته ويصلى الى قبلته ويكون من جملة امته (واخبر عن الله تعالى انه خاتم النبيين) وهذا اقوى دليلا عماقبله فتأمل (وانه ارسل كافة) اى رسالة جامعة (للناس) لقوله تعالى وما ارسلناك الا

شرح
الشفا
للقاضي عياض
شرحه
الإمام الهمام ناصر السنة وقامع البدعة
الملا علي القاري
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

مجدد الف ثانیؒ

حضرت مجدد صاحبؒ کی تاریخی حیثیت سے کتنی ہی طویل و عریض سوانح لکھی جائے لیکن ساری سوانح حیات کی وہ روح جس سے اُن کی ذات گرامی دنیا میں آفتاب بن کر چمکی اور آج بھی اپنے اندر وہی جذب مقناطیسی کا اثر رکھتی ہے۔ صرف ایک ہی صفت جمیلہ ہے جو اُن کے اس لقب مجدد سے نمایاں ہے۔ کسی ذات کا مجدد مان لینا اُس کے غیر معمولی کمالات علمیہ وعملیہ کا اقرار کر لینا ہے۔ کیونکہ تجدید دین کا منصب اصلی تو انبیاءؑ کا ہے اور پھر اس میدان کے مرد وہ ہیں جو نبوت کے ترکہ کے وارث بن کر اُس سے کوئی غیر معمولی حصہ پائیں۔ پس جس طرح کسی ذات کو نبی مان لینے سے اُس کے لئے تمام بشری کمالات کا اقرار خود بخود لازم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کسی کو مجدد تسلیم کر لئے جانے سے اس میں وراثت نبوت کے غیر معمولی حظوظ کا اعتراف بھی خود بخود ہی لازم ہو جاتا ہے۔

منصب نبوت سے عہدۂ مجددیت کی اس نسبت کا ہی یہ اثر ہے کہ جس طرح انبیاءؑ کو یہ منصب جلیل کسی اپنی شخصی جدوجہد یا کسی اجتماعی اور جماعتی تجویز سے نہیں ملتا، اسی طرح مجددوں کو بھی عہدۂ تجدید نہ اُن کی اپنی ذاتی جانفشانی ومحنت سے ہاتھ لگتا ہے نہ کسی جماعت کے من سمجھوتہ سے۔ بلکہ یہ محض من اللہ ایک موہبۂ عظمٰی ہوتی ہے جس کے لئے غیبی انتخاب سے افراد چن لئے جاتے ہیں۔ اور مخلوق کے دلوں میں ان کی مقبولیت خود بخود قائم کر دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم نے انبیاء کرام کے لئے بعثت من اللہ کا لفظ استعمال کیا ہے جیسے هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یا جیسے حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا یا جیسے بَعَثْنَا اِلَیْهِمْ رُسُلًا وغیرہ۔

ٹھیک اسی طرح حدیث نبوی نے مجددوں کے لئے بھی یہی بعثت من اللہ کا کلمہ اختیار کیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا (مشکوٰۃ)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آغاز میں اس اُمت میں ایسے لوگوں کو مبعوث کرتا ہے جو اُمت کے لئے دین کی تجدید کریں۔

اور جیسے قرآن نے نبی کا انتخاب من اللہ بتایا ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ ایسے ہی اس حدیث میں مجدد کی نسبت بھی ان اللہ یبعث فرمایا گیا ہے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان دونوں منصوبوں کا انتخاب من جانب اللہ ہی ہوتا ہے۔

فرق اگر ہے تو یہ کہ نبوت اصل ہے اور تجدید اس کا ظل ہے۔ وہاں الہام قطعی ہے جس کو وحی کہتے ہیں، یہاں ظنی ہے۔ اُس کا منکر خارج از اسلام ہے، اس کا منکر خارج از صلاح وتقویٰ ہے۔ بہر صورت مجددیت، نبوت کا ایک نہایت روشن اور درخشاں پرتو ہے۔ اس لئے مجدد علم وعمل کے لحاظ سے نبی کا سایہ اور اخلاق وملکات

عُلماءِ ہند کا شاندار ماضی

مکمل چار جلد

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ
محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ

قال الله تعالى

ففهمناها سليمان وكلا آتينا حكما وعلما

تاليف

حجة الاسلام الشيخ قطب الدين احمد المعروف بالشاه ولي الله المحدث الدهلوي قدس سره العزيز

المتوفى سنة ١١٧٦هـ

صاحب "حجة الله البالغة" و"البدور البازغة" و"الخير الكثير" وغيرها

سلسلة مطبوعات المجلس العلمي دابهيل (سورت) الهند

رقم ١٨

سنة ١٣٥٥هـ

طبع في

مدينة برقي پريس بجنور (يو-پي)

سنة ١٩٣٦م

علیہما السلام علی اثرہ یصنعون صنعہ وأما ابراهیم علیہ السلام فکان صاحب قرب الوجود
لکن لما کان ذا قرب بشدید اشتبہ علیہ قرب الوجود بقرب الفرائض ومن علوم علم الحکمة
الا تری انہ استدل فی اثبات واجب الوجود وکان لوط واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب علیهم السلام
یحذون حذوہ ویدینون بانفسهم للقرب فغلبت حکمتهم فلما وجد یوسف علیہ السلام ترک نفسہ
وما یؤدی الیہ فخلصت لہ الحکمة،

واما شعیب علیہ السلام فکأنہ کان من ارهاص موسی علیہ السلام وکان ذا قرب
فرائضی واما موسی علیہ السلام فکان راسخ القدم فی قرب الفرائض فصدر منہ آثار
فادحة للنظام فارتفع لہ الجبل وانفجر لہ الماء من الحجر وانفلق لہ البحر فکان متبحرا فانشعبت منہ
شعبة الملک وشعبة الوعظ وغیرهما من الشعب فجاء الانبیاء من بعدہ یتمحلون فی شعبة
من شعباتہ ویکملونہ بعد اخذهم قرب الفرائض فکان یوشع علیہ السلام صاحب الملک و
کان شعیب علیہ السلام آذا اذا جمیع امتہ فوقف اللہ عزاسمہ علی کلمة فتکلم بها لما بلغت شرورهم
حدها فخرجت الکلمة من فیہ اضطرارا ثم وجد زکریا علیہ السلام فکان ارهاصا بعیسی علیہ
السلام فاکتسب قرب الملکوت ثم کان عیسی علیہ السلام ملکوتیا صرفا،

واعلم ان للملائکة وان کانوا اقویاء فی الاحیاء والتربیة فتأثیرهم یشبہ حلول الماء
فی منبت الشجر کما یصل الی کل فرع ولا ورق الا علی توزیع طبیعة الشجر وعیسی علیہ السلام
لما کان فی العالم الا فوقة کان تأثیرہ معجزیا خرق العوائد فاحیی الموتی وابرأ الاکمہ والابرص،

واما رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فنشأ فی دورة الکمال اول نشأة فاجتمعت لہ الاقترابات
جملة واحدة فهو صاحب الکتاب الموقوت واکثر من سواہ صاحب الحکمة الموقوتة وشرح
صدرہ ومعراجہ کلاهما من هذہ الدورة الجامعة وختم بہ النبیون ای لا یوجد بعدہ من

يأمره الله سبحانه بالتشريع على الناس،

وابوبكر رضي الله عنه هو مقتبس رسول الله صلى الله عليه وسلم فى دورة الكمال فاجمل كماله و توجه به الى الله سبحانه وعمر رضي الله عنه ورثه منه صلى الله عليه وسلم قرب الفرائض وعثمان رضي الله عنه قسطا من قرب الوجود ثم نزل فى دورة الايمان وشرح الصدر وعلي رضي الله عنه الحكمة كاملة ثم ذهب الى القرب الملكوتى ثم نزل فى شرح رسول الله صلى الله عليه وسلم للشرع فاستوطنها ولهذا سمى نفسه بالوصي وهذه هي الوصاية،

تفہیم

صاحب ظہر در ارشاد و تلقین او سرعة است گویا جیران است و صاحب بطن در صحبت او غایت لطو سیر است و صاحب فردیة جامع اصول کمالات است زیرا که اولیاء چون می میرند کرمہا و اشراقہا و کراماتہا ہمہ منعدم میشوند و باقی نمی ماند الا تجلی سابع بر نفس ایشان و این اصل است و دیگر فروع و فروع آن نوبہ مفرد در آن تجلی بدست می آید بدون انوار او و فروع او که بجز دیر ماندگی و ابتہاج در آن مقام بدست نمی آید و کذلک نکتہ و مفہمیتہ اصول آن را جمع میکند ذ. دران جہان معلوم خواہد شد که کار با اصل بوده است نہ فروع۔

تفہیم

اما قولك معنى البصير هو المتجلى فى صورة البصر فقربيه من مقامك الذى اقمت فيه لأن تقررك الذى به كنت فى نشأة النفوس اضمحل فى تقرر الحق ومن اضمحل فى تقرر الحق يرى كل تقرر فى نشأته مضمحلا فيه فبذلك رأيت البصر له اضمحلالا فى الحق وما اخترته فيلحقل ان تكون فى مقامك هذا ان البصير معناه ذات ظهرت من خصوصية بصيرته فازدوج مقامك بعلمك فانتج هذا العلم وكذا كل رجل من ذوى المقام والحال يزدوج مقامه بعلمه فيحصل له علوم و

حديث ثان وثلاثون لزيد بن أسلم — مرسل

مالك ، عن زيد بن أسلم، عن عطاء بن يسار، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لن يبقى بعدى من النبوة الا المبشرات، قالوا : وما المبشرات يا رسول الله ؟ قال : الرؤيا الصالحة يراها الرجل الصالح أو ترى لـه ، جزء من ستة وأربعين جزءا من النبوة (1) .

هكذا روى هذا الحديث جميع الرواة عن مالك فيما علمت مرسلا (2) .

وفيه أنه لا نبى بعده صلى الله عليه وسلم ، وهو تفسير قوله عليه السلام : لا نبوة بعدى الا ما شاء الله . وهو حديث يروى من حديث المغيرة بن شعبة ، فان صح ، كان معنى الاستثناء فيه الرؤيا الصالحة — على ما فى هذا الحديث وما كان مثله ، وحسبك بقول الله عز وجل : « ولكن رسول الله وخاتم النبيئين » ، (3) وقوله عليه السلام : أنا العاقب الذى لا نبى بعدى (4) .

---

4) يا رسول الله ب د — م .
7) جماعة : ب ، جميع : م د .

---

(1) الموطا — ما جاء فى الرؤيا — ص 681 ، حديث 1739 .
(2) وصله البخاري من طريق الزهري عن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة ، انظر الزرقاني على الموطا 353/4 .
(3) الآية : 40 — سورة الاحزاب .
(4) أخرجه احمد من حديث ابي الطفيل ، بلفظ (لانبوة بعدي الا المبشرات). انظر تفسير ابن كثير 493/3 .

التمهيد

لما في الموطأ من المعاني والأسانيد

تأليف :

الامام الحافظ أبي عمر يوسف بن عبد الله
ابن محمد بن عبد البر النمري الأندلسي
المولود 368 والمتوفى 463 رحمه الله

حققه وعلق حواشيه وصححه

الأستاذ مصطفى بن احمد العلوى
مدير دار الحديث الحسنية

و

الأستاذ محمد عبد الكبير البكرى
ملحق بوزارة الشؤون الاسلامية

1387 هـ . 1967 م .

عن رسول الله، صلى الله عليه وسلم، انه قال: «فإذا أتوا آدم، يسألونه ان يشفع لهم الى ربّه، قال لهم آدم: أرأيتم لو أن أحدكم جمع متاعه في غيبته ثم ختم عليها، فهل كان يؤتى المتاع الا من قبل الختم؟ فاتوا محمدًا، فهو خاتم النبيين». ومعناه عندنا: ان النبوة تمّت بأجمعها لمحمد، صلى الله عليه وسلم. فجعل قلبه، لكمال النبوة، وعاء عليها، ثم ختم!

ينبؤك[هـ] (هذا)، ان الكتاب المختوم والوعاء المختوم، ليس لأحد عليه سبيل، في الانتقاص منه، ولا بالازدياد فيه مما[و] ليس منه. وان سائر الانبياء[ي]، عليهم[أ٢] السلام[أ٢]، لم[ب٢] يختم لهم على قلوبهم، (فهم غير آمنين ان تجد) النفس سبيلًا الى ما فيها.

ولم يدع الله[ت٢] الحجة مكتومة[ث٢]، في باطن قلبه حتى اظهرها[ج٢]: فكان بين كتفيه[ح٢] ذلك الختم، ظاهرًا كبيضة حمامة[خ٢] [٢٢٠أ]. و (هذا) له شأن عظيم[د٢] تطول قصته.

فان الذي عَمِيَ عن خبر[ذ٢] هذا، يظن[ر٢] ان «خاتم النبيين[ز٢]» تأويله انه آخرهم[س٢] مبعثًا[ش٢]. فأي منقبة[ص٢] في هذا؟ وأي علم في هذا؟ هذا[ض٢] تأويل البله، الجهلة!

٢٢٠أ) ما يتعلق بالظاهرة المادية لختم النبوة في جسم النبي، عليه الصلاة والسلام، (بين كتفيه) راجع كتاب الشريعة للآجري ص٤٥٧.

هـ) ينبك VF.
ي) النبيين V.
ب٢) – F.
ث٢) مكتوما V.
ح٢) كتفي E.
د٢) عجيب V.
ر٢) نظر V.
س٢) + آخر النبيين F.
ص٢) مبعثه VF.

و) ما V.
أ٢ – أ٢) – V.
ت٢) + تلك V.
ج٢) اظهره V.
خ٢) حمام V، + مكتوب عليه محمد رسول الله V.
ذ٢) – V.
ز٢) + النبي عليه الصلاة والسلام V.
ش٢) منا VF.
ض٢) – V.

كتاب ختم الأولياء

تأليف

الشيخ أبي عبد الله محمد بن علي بن الحسن الحكيم الترمذي

تحقيق

عثمان اسماعيل يحيى

عضو المركز القومي للأبحاث العلمية في باريز

شعبة الحضارة الاسلامية

المطبعة الكاثوليكية - بيروت

عکرمہؒ اور سدیؒ نے بیان کیا کہ جب ملائکہ نے زکریا کو ندا کی تو شیطان فوراً آگیا اور کہنے لگا یہ آواز اللہ کی طرف سے نہیں ہے شیطان کی طرف سے ہے اگر اللہ کی طرف سے ہوتی تو وہ خود ہی تمہارے پاس وحی بھیج دیتا۔ پس اس وسوسہ کو دفع کرنے کے لئے حضرت زکریاؑ نے مذکورہ الفاظ کہے۔ حسنؒ بصری نے کہا طریق پیدائش کو دریافت کرنے کے لئے حضرت زکریا نے مذکورہ الفاظ کہے تھے کہ میرا لڑکا کس طرح ہوگا کیا مجھے اور میری بیوی کو جوان کر دیا جائے گا اور بیوی کے بانجھ پن کو دور کر دیا جائے گا یا کسی دوسری عورت سے میرا لڑکا ہوگا یا موجودہ حالت میں ہی ہم دونوں کو بچہ عنایت کیا جائے گا۔

وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ اور مجھے بڑھاپا پہنچ گیا ہے یہ ترکیب استعمال معکوس ہے مراد یہ ہے کہ میں بڑھاپے کو پہنچ گیا ہوں اور بوڑھا ہو گیا ہوں۔

یا یہ مطلب ہے کہ مجھ پر بڑھاپے کا اثر پہنچ گیا اور بڑھاپے نے مجھے کمزور کر دیا۔ اس وقت حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر بقول کلبی ۹۲ سال اور بقول ضحاک ۱۲۰ سال تھی اور بیوی کی عمر ۹۸ سال۔

وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ اور میری بیوی بانجھ ہے ناقابل تولید۔ عاقر کے لفظ میں مذکر، مونث برابر ہیں دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

قَالَ كَذَٰلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۝ اللہ نے یا فرشتہ نے کہا بات تو یونہی ہے اللہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے یعنی تمہارے بوڑھا ہونے اور تمہاری بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود بچہ ہوگا۔

قَالَ رَبِّ اجْعَل لِّي آيَةً زکریا نے کہا اے رب استقرار حمل کی میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر دے جس سے میں استقرار حمل کو جان جاؤں اور بطور شکر تیری عبادت زیادہ کروں۔

قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا یعنی اللہ نے فرمایا استقرار حمل کی تیرے لئے نشانی یہ ہے کہ باوجود ذکر اللہ پر قدرت رکھنے کے تو لوگوں سے تین دن کوئی بات نہیں کر سکے گا۔ سوائے اشارہ کرنے کے سر سے ہو یا ہاتھ وغیرہ سے۔ رمز کا اصل معنی ہے حرکت دینا۔ استثناء منقطع ہے لیکن اگر کلام سے مراد وہ تمام چیزیں ہوں جو مافی الضمیر پر دلالت کرتی ہیں (جیسے زبان سے بات، آنکھ سے ایماء، ہاتھ پاؤں یا سر سے اشارہ) استثناء متصل ہوگا۔ عطاء نے کہا کلام نہ کرنے سے مراد ہے تین دن روزہ رکھنا کیونکہ وہ لوگ روزہ میں سوائے اشارہ کے زبان سے بات نہیں کرتے تھے۔

وَاذْكُر رَّبَّكَ كَثِيرًا یعنی جب نشانی ظاہر ہو جائے تو شکریہ میں اپنے رب کا ذکر بہت کرنا۔

وَسَبِّحْ اور نماز پڑھنا۔ بِالْعَشِيِّ پچھلے دن میں۔ یعنی زوال کے بعد سے کچھ رات گئے تک اس سے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز مراد ہے۔

وَالْإِبْكَارِ ۝ اور دن کے پہلے حصہ میں یعنی فجر سے چاشت تک۔

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ اس کا عطف اذقالت امرأۃ عمران پر ہے اور ملائکہ سے مراد جبرئیلؑ ہیں یعنی یاد کرو کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے رو در رو کہا تھا۔

يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ اے مریمؑ اللہ نے بلاشبہ تجھے اپنے لئے چھانٹ لیا ہے۔ یعنی دوامی تجلیات ذاتیہ کے ساتھ تجھے برگزیدہ کر دیا ہے۔ صوفیہ نے تجلیات ذاتیہ کی تعبیر کمالات نبوت سے کی ہے جو انبیاء کو بالذات بلاواسطہ حاصل ہوتے ہیں اور ظلی طور پر انبیاء کی وساطت سے صدیقین کو ملتے ہیں۔ حضرت مریم صدیقہ تھیں اللہ نے فرمایا ہے وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ (اس لئے آپ کو کمالات نبوت حاصل تھے)

وَطَهَّرَكِ اور اللہ نے تجھے پاک رکھا یعنی گناہوں سے محفوظ رکھا یا پاک کر دیا یعنی گناہوں کی مغفرت کر کے اور شیطان کا راستہ بند کر کے جس طرح حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث صحیحین میں مذکور ہے اور ہم اوپر نقل کر چکے ہیں بعض علماء نے کہا کہ پاک رکھنے سے مراد ہے مردوں کے چھونے سے پاک رکھنا۔ حیض سے پاک رکھنا بھی مراد لیا گیا ہے۔

تفسیر مظہری
تالیف
حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی
مولانا سید عبد الدائم الجلالی
دار الاشاعت

مرارته لانقطاع الوحي الذي كان به الوصلة بينهم وبين الله تعالى فإنه قوت أرواحهم انتهى.

وقال في الجواب الخامس والعشرين من الباب الثالث والسبعين: اعلم أن النبوة لم ترتفع مطلقاً بعد محمد ﷺ وإنما ارتفع نبوة التشريع فقط فقوله ﷺ لا نبي بعدي ولا رسول بعدي. أي مائم من يشرع بعدي شريعة خاصة فهو مثل قوله ﷺ إذا هلك كسرى فلا كسرى بعده وإذا هلك قيصر فلا قيصر بعده ولم يكن كسرى وقيصر إلا ملك الروم والفرس وما زال الملك في الروم ولكن ارتفع هذا الاسم فقط مع وجود الملك فيهم وسمي ملكهم باسم آخر غير ذلك، وقد كان الشيخ عبد القادر الجيلي يقول أوتي الأنبياء اسم النبوة وأوتينا اللقب أي حجر علينا اسم النبي مع أن الحق تعالى يخبرنا في سرائرنا بمعاني كلامه وكلام رسوله ﷺ ويسمى صاحب هذا المقام من أنبياء: الأولياء فغاية نبوتهم التعريف بالأحكام الشرعية حتى لا يخطئوا فيها لا غير انتهى.

(فإن قلت): فما الحكم في تشريع المجتهدين؟

(فالجواب): أن المجتهدين لم يشرعوا شيئاً من عند أنفسهم وإنما شرعوا ما اقتضاه نظرهم في الأحكام فقط من حيث إنه ﷺ قرر حكم المجتهدين فصار حكمهم من جملة شرعه الذي شرعه فإنه ﷺ هو الذي أعطى المجتهد المادة التي اجتهد فيها من الدليل، ولو قدر أن المجتهد شرع شرعاً لم يعطه الدليل الوارد عن الشارع رددناه عليه لأنه شرعٌ لم يأذن به الله والله أعلم.

(خاتمة): مما يؤيد كون محمد ﷺ أفضل من سائر المرسلين وأنه خاتمهم وكلهم يستمدون منه ما قاله الشيخ في علوم الباب الأحد والتسعين وأربعمائة من أنه ليس لأحد من الخلق علم يناله في الدنيا والآخرة إلا وهو من باطنية محمد ﷺ سواء الأنبياء والعلماء المتقدمون على زمن بعثته والمتأخرون عنها وقد أخبرنا ﷺ بأنه أوتي علم الأولين والآخرين ونحن من الآخرين بلا شك، وقد عمم محمد ﷺ الحكم في العلم الذي أوتيه فشمل كل علم منقول ومعقول ومفهوم وموهوب. فاجهد يا أخي أن تكون ممن يأخذ العلم بالله تعالى عن نبيه محمد ﷺ فإنه أعلم خلق الله بالله على الإطلاق وإياك أن تخطىء أحداً من علماء أمته من غير

زاد للمرأة على الرجل في الاسم فقال في الرجل: المرء، وقال في الأنثى: المرأة فزادها هاء في الوقف وتاء في الوصل على اسم المرء للرجل فلها على الرجل درجة في هذا المقام ليس للمرء في مقابلة قوله: وللرجال عليهن درجة فسد تلك الثلمة بهذه الزيادة في المرأة وأطال في ذلك قال: ولو لم يكن في شرف التأنيث إلا إطلاق لفظ الذات على الله وإطلاق الصفة وكلاهما لفظ تأنيث لكان فيه كفاية فإن في ذلك جبراً لقلب المرأة الذي يكسره من لا علم له من الرجال بما هو الأمر.

(قلت): ذكر الشيخ في الباب الخامس والأربعين وثلاثمائة ما نصه إنما قال تعالى:

دار الاشاعت

اردو بازار، کراچی ۱ فون ۲۶۳۱۸۶۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس باب میں کہ زید نے بہ تتبع ایک عالم کے جس کی تصدیق ایک مفتی مسلمین نے بھی کی تھی دربارۂ قول ابن عباس جو در منثور وغیرہ میں ہے۔ ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدم و نوح کنوح و ابراہیم کابراہیمکم و عیسیٰ کعیسیٰکم و نبی کنبیکم کے یہ عبارت تحریر کی کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور صحیح اور معتبر ہے۔ اور زمین کے طبقات جدا جدا ہیں۔ اور ہر طبقے میں مخلوق خدا ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقہ میں انبیاء کا ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اگرچہ ایک ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہوتا ہے۔ مگر اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلعم کے ثابت نہیں۔ اور نہ یہ میرا عقیدہ ہے۔ کہ وہ خاتم مماثل آنحضرت صلعم کے ہوں اس لیے کہ اولاد آدم جس کا ذکر ولقد کرمنا بنی آدم میں ہے۔ اور سب مخلوقات سے افضل ہے وہ اسی طبقہ کے آدم کی اولاد ہے۔ بالاجماع اور ہمارے حضرت صلعم سب اولاد آدم سے افضل ہیں تو بلا شبہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوئے۔ پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں داخل ہیں۔ آپ کے مماثل کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ انتہی اور باوجود اس تحریر کے زید یہ کہتا ہے کہ اگر شرع سے اس کے خلاف ثابت ہوگا تو میں اسی کو مان لوں گا۔ میرا اصرار اس تحریر پر نہیں پس علماء شرع سے استفتاء یہ ہے کہ الفاظ حدیث ان معنوں کو محتمل ہیں یا نہیں۔ اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا خارج اہل سنت و جماعت سے ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ خاتم النبیین و سید المرسلین و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنے خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنے ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء

سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا
کہ تقدم یا تأخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول
اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا۔ ہاں اگر اس وصف
کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجیے تو البتہ
خاتمیت باعتبار تأخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے
کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے
آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ
اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا
اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا
احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں ؎ اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجیے۔
باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل
جھوٹے دعویٰ کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ ما کان
محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا۔
جو ایک دوسرے پر عطف کیا اور ایک مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار
دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں
متصور نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقع تھے۔ بلکہ
بناء خاتمیت اور بات پر ہے۔ جس سے تأخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا
ہے۔ اور افضلیت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف
بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے موصوف بالعرض کا وصف بالعرض
کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی
ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب
اور مستعار نہیں ہوتا مثال درکار ہو تو لیجیے زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر
آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف

؎ اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرنے میں ؎

عليه السلام لم ينسخ شيئاً مما أتى به محمد رسول الله ﷺ، ولم يتقدم الإمام من أمته، بل يقدمه، ويصلي خلفه[1].

وأما قوله «يزيد في الحلال» فإن رجلاً قال لأبي هريرة: وما يزيد في الحلال إلا النساء فقال: وذاك. ثم ضحك أبو هريرة.

قال أبو محمد: وليس قوله: «يزيد في الحلال» أنه يحل[2] للرجل أن يتزوج خمساً ولا ستاً، وإنما أراد أن المسيح عليه السلام لم ينكح النساء حتى رفعه الله تعالى إليه، فإذا أهبطه[3] تزوج امرأة فزاد فيما أحل الله له؛ أي: ازداد منه، فحينئذ لا يبقى أحد من أهل الكتاب إلا علم أنه عبد الله عز وجل، وأيقن أنه بشر.

وأما قول عائشة رضي الله عنها: «قولوا لرسول الله ﷺ: خاتم الأنبياء، ولا تقولوا لا نبي بعده»؛ فإنها تذهب إلى نزول عيسى عليه السلام، وليس هذا من قولها ناقضاً لقول النبي ﷺ: «لا نبي بعدي»؛ لأنه أراد لا نبي بعدي ينسخ ما جئت به، كما كانت الأنبياء صلى الله عليهم وسلم تبعث بالنسخ، وأرادت هي: لا تقولوا[4] إن المسيح لا ينزل بعده[5].

= قتادة والضحاك، وفي «إعراب القرآن» (٤/١١٧): ابن عباس وأبو هريرة، وفي «الجامع لأحكام القرآن» (١٦/١٠٥): ابن عباس وأبو هريرة وقتادة ومالك بن دينار والضحاك، وزاد في «البحر المحيط» (٨/٢٦): أبا مالك الغفاري وزيد بن علي والكلبي وأبا نضرة وعكرمة ومجاهد والأعمش.

قلت: وهي قراءة شاذة، لكن معناها حق وصواب يدل عليه ما تواتر من نزول المسيح وأنه من علامات الساعة.

(١) رواه البخاري (٣٤٤٩)، ومسلم (١٥٥/ ٢٤٤ و٢٤٥و٢٤٦و٢٤٧).

(٢) في «ش»: «يحلل».

(٣) في «ل» و«ط»: «هبط».

(٤) في «ش»: «أن لا تقول».

(٥) في «م»: «الجزء الثاني: بسم الله الرحمن الرحيم».

تأويل مختلف الحديث

والرد على من يريب في الأخبار المدعى عليها التناقض

تأليف

خطيب أهل السنة والأثر فقيه الأدباء وأديب الفقهاء الإمام السلفي والعلامة الأثري

أبي محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة

٢١٣-٢٧٦ هـ - رحمه الله، وأسكنه الفردوس الأعلى، بمنه وكرمه

حققه وضبط نصه، وخرج أحاديثه وآثاره، وعلق عليه

أبو أسامة سليم بن عيد الهلالي السلفي الأثري

دار ابن القيم | دار ابن عفان

هر چند در ظهورم نورِ ظلام و نورم
در پرده کمونم عنقای قاف قدسم

صدرِ همه صدورم از وهم خلق دورم
خود باطن البطونم عنقای قاف قدسم

هر قبله هست رویم هر سجده هست سویم
معبود عابدونم عنقای قاف قدسم

سلطانِ بے نیازم گو صورتِ نیازم
نشناسیم که چونم عنقای قاف قدسم

من آن نورم که اندر لامکان موجود بودستم
باشراق خودم خود شاهد و مشهود بودستم

نه از عالم نشانے بود نے آدم نشانے داشت
که از نظارهٔ حسنِ خودم خشنود بودستم

بسیطم آن قدر شد منبسط از حب پیدائی
که با یک نقطگی صدها خط ممدود بودستم

هیولای دو عالم مادهٔ ارواح و اشیا هم
حریم جسم و جان ها هیچ تار و پود بودستم

ز بهرِ رفع شرک و رفع وهم هستی غیرے
بشکلِ انبیا و اولیا موجود بودستم

لباس بو البشر پوشیده مسجود ملک گشتم
بتصویر محمد حامد و محمود بودستم

گهے ادریس گاهے شیث گاهے نوح گه یونس
گهے یوسف گهے یعقوب گاهے هود بودستم

گهے صالح گهے ابراهیم گه اسحاق گه یحییٰ
گهے موسیٰ گهے عیسیٰ گهے داود بودستم

برای پاکبازان هر زمان نقد وقت شان گشتم
ز بهرِ دیگران روز جزا موعود بودستم

بدریای حقیقت بهرِ غواصانِ دریا دل
بهر موج و حبابے گوهر مقصود بودستم